آپ کے شرعی مسائل

خالد سیف اللہ رحمانی 17.03.2023

خواتین کی چوٹیاں ستر میں شامل ہیں یا نہیں؟

سوال: خواتین کی چوٹیاں جو سر سے نیچے لٹکی ہوئی ہوتی ہیں، ان کا کیا حکم ہے؛ کیوں کہ آج کل بعض عورتیں ایسا برقعہ پہنتی ہیں کہ چوٹیاں لٹکی ہوئی ہوتی ہیں، اور وہ نظر آتی ہیں، کیا اس طرح کا برقعہ پہننا درست ہے، نیز اگر چوٹیاں برقعہ سے باہر ہوں اور نماز ادا کی جائے تو نماز ادا ہو جائے گی؟ (سمیہ کلثوم، بنجارہ ہلز، حیدر آباد)

جواب: اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ سر کے نیچے لٹکی ہوئی چوٹیاں ستر میں داخل ہیں یا نہیں؟ وأما المسترسل وهو مانزل !لى أسفل من الأذنين ففى كونه عورة روايتان (العنایہ شرح الہدایہ: ۱/۲۶۱) لیکن جو بات زیادہ درست، واضح اور احتیاط پر مبنی ہے، وہ یہ ہے کہ جیسے سر کے دائرہ میں موجود بال ستر میں داخل ہے، اسی طرح جو بال نیچے لٹکا ہوا ہو، وہ بھی قابل ستر ہے: وشعر المرأة ما على رأسها عورة وأما المسترسل ففيه روايتان الأصح أنه عورة، كذا فى الخلاصة وهو الصحيح وبه أخذ الفقيه ابو الليث وعليه الفتوىٰ (الفتاویٰ الھندیہ: ۱/۵۸)؛ اس لئے نہ عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ غیر محرم کے سامنے اپنی چوٹی کے بال کھلا رکھے اور نہ مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی غیر محرم عورت کی چوٹی کی طرف بالارادہ دیکھے؛ کیوں کہ عورت کے حسن و جمال کا ایک مظہر اس کا بال بھی ہے اور آج کل تو بال کی درازی کے ساتھ ساتھ رنگ کے ذریعہ بھی اسے مزید پُرکشش اور خوبصورت بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

چونکہ یہ ستر میں داخل ہے؛ اس لئے اگر نماز کی حالت میں چوٹی کا ایک چوتھائی حصہ کھلا ہوا ہو تو نماز درست نہیں ہوگی، فشعر الحرة حتى المسترسل عورة في الأصح وعليه الفتوىٰ فكشف ربعه يمنع صحة الصلاة (مراقي الفلاح: ص: ۹۱)

واٹس ایپ وغیرہ پر آنے والے سلام کا جواب

سوال: جب سے واٹس ایپ، ایمیل اور دوسرے الکٹرانک ذرائع وجود میں آئے ہیں، خط لکھنے کا رواج بہت ہی کم ہو گیا ہے؛ مگر بعض حضرات اس کا اہتمام کرتے ہیں کہ پہلے سلام لکھتے ہیں پھر اپنا پیغام، تو جس شخص کو پیغام دیا گیا ہے، کیا اس پر اس سلام کا جواب دینا لازم ہے؟ اور اگر واجب ہے تو کیا صرف زبان سے جواب دے دینا کافی ہے یا میل کے ذریعہ

جواب دینالازم ہے۔(عظمت اللہ،لکھنؤ)

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دینے کا حکم فرمایا، اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے کہ زبانی سلام کرنے والے ہی کا جواب دیا جائے؛ بلکہ خط کے جواب میں سلام کے جواب لکھنے کا بھی علماء ومشائخ کا معمول رہا ہے؛ اس لئے اگر ان جدید ذرائع سے کسی کا سلام پہنچے تو ان کا جواب دینا بھی ضروری ہے؛ البتہ تحریری طور پر یا آواز کے ذریعہ ہی جواب دینا ضروری نہیں، اگر زبان سے غائبانہ طور پر سلام کا جواب دے دے تو یہ بھی کافی ہے؛ چنانچہ علامہ شامی نے علامہ مناوی سے نقل کیا ہے:

أی إذا کتب لک رجل بالسلام في کتاب وصل إلیک وجب علیک الرد باللفظ أو بالمراسلة وبه صرح جمع شافعیه وهو مذهب ابن عباس

(ردالمحتار:۶/ ۴۱۵، کتاب الحضر والاباحۃ)

البتہ اگر اسی ذریعہ سے تحریری جواب دے دیا جائے تو بہتر ہے؛ کیوں کہ جب سلام کرنے والا جواب دینے والے کے جواب سے واقف ہو جاتا ہے تو محبت بڑھتی ہے، اور اُنس میں اضافہ ہوتا ہے، اور اگر جواب نہ دیا جائے تو بعض دفعہ بدگمانی کا سبب بنتا ہے، مشہور محدث وفقیہ امام نووی نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے: ویتأکد رد الکتاب فإن ترکه ربما أورث الضغائن (حوالۂ سابق)

اگر نماز وتر میں دعاءقنوت پڑھنا بھول جائے؟

سوال: اگر کوئی شخص وتر کی نماز میں دعاءقنوت پڑھنا بھول جائے اور نماز کے اندر ہی اسے یاد آجائے تو اسے کیا کرنا چاہئے۔(محمد زید، ناگپور)

جواب: کسی بھی عمل کے لئے ضروری ہے کہ اس کو اس کے مقررہ محل میں کیا جائے، اگر مقررہ محل باقی نہیں رہے تو پھر اس عمل کا انجام دینا کافی نہیں؛ اس لئے اگر رکوع میں دعاءقنوت یاد آجائے تو نہ رکوع میں وہ قنوت پڑھے گا نہ دعاءقنوت پڑھنے کے لئے قیام کی طرف واپس آئے گا، اسی طرح اگر رکوع سے اٹھنے کے بعد دعاءقنوت یاد آئے تب بھی دعاءقنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں، ولو نسی القنوت فتذکر في الرکوع فالصحیح أنه لا یقنت في الرکوع ولا یعود إلی القیام---أما إذا رفع رأسه من الرکوع، ثم تذکر فانه لا یعود إلی قراءة ما نسی بالاتفاق (الفتاویٰ الھندیۃ:۱/۱۱۱) یہی حکم اس صورت میں بھی ہے، جب سجدہ کے بعد یاد آئے؛ البتہ اخیر میں سجدہ سہو کرنا واجب ہے،إن ترک القنوت ساهیا ثم یتذکر بعد یرکع أو یسجد وفي هذه الصورة لا یعود إلی القیام ولا یقنت، بل یمضي في صلاته ویسجد للسهو في آخره (المحیط البرہانی:۱/ ۵۰۴)

کسی وارث کو جو چیز ہبہ کردی گئی وہ ترکہ میں شامل نہیں

سوال: ہمارے نانا کا ایک مکان ہے، نانا صاحب مرحوم وہ مکان والدہ کو دیدئے، والدہ نے وہ مکان مجھ کو 1985 میں دے چکی، جب سے اب تک وہ مکان میرے ہی قبضہ میں ہے، اب چونکہ وہ مکان بلدیہ آفس میں والد صاحب مرحوم کے نام پر ہے، اس کو میرے نام پر کرانا چاہ رہا ہوں، میرے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں، ان میں سے ایک بھائی کا انتقال ہو

چکا، اب یہ حضرات کہہ رہے ہیں کہ ان کو فروخت کر کے ہم سب کو شرعی حصہ دیں، کیا شرعی اعتبار سے اس مکان میں بھائی بہن کا حصہ ہے، یا تنہا میں خود اس مکان کا مالک ہوں؟ جواب مرحمت فرمائیں (سید اختر علی، نرمل)

جواب: اگر آپ کا سوال درست ہے اور نانا نے آپ کی والدہ کو اور پھر والدہ نے آپ کو دے دیا اور اس پر قبضہ بھی کرا دیا، تو شرعاً آپ اس کے مالک ہیں، بھائیوں اور بہنوں کا اس میں حصہ کا مطالبہ کرنے کا حق نہیں؛ کیوں کہ جب کوئی چیز کسی کو ہبہ کردیا جائے تو وہ اس کا مالک ہوجاتا ہے: **تنعقد الهبه و الهدية و الصدقة بالايجاب و القبول و تتم بقبض الهبة و الهدية و الصدقة قبضا كاملا أي بقبض الموهوب له أو نائبه و مضى تتم أي يفيد الملكية** (درر الحکام: ۲/۳۹۶) خاص کر جب کوئی ماں باپ اپنی اولاد کو کوئی چیز ہبہ کردیں تو ماں باپ کے لئے اس کی گنجائش نہیں ہے کہ وہ اس میں رجوع کریں: **إذا وهب شخص شيئا لأصوله وفروعه أو لأخيه أو لأخته أو لأولادهما ---- فليس له الرجوع بعد الهبة** (درر الحکام: ۲/۴۶۲)

مزاح کی مجلس میں شرکت اور لطیفہ گو کی اجرت

سوال: موجودہ زمانہ میں چونکہ کام کی کثرت اور زیادہ سے زیادہ پیسہ حاصل کرنے کی حرص کی وجہ سے ذہنی تناؤ کی کیفیت بہت بڑھ گئی ہے، یہاں تک کہ بعض لوگ تو اس کی وجہ سے ڈپریشن کا شکار ہوجاتے ہیں، اس کے علاج کے طور پر جہاں دوسری صورتیں اختیار کی جاتی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لطائف اور مزاح کی مجلسیں منعقد کی جاتی ہیں، اور لوگ اس سے محظوظ ہوتے ہیں، کیا ایسی مجلس میں شرکت جائز ہے، اور جو کامیڈین لطائف سناتے ہیں کیا ان کو اجرت دی جاسکتی ہے؟ (محمد سہیل، عابڈس)

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاح فرمایا ہے، حدیثوں میں اس کا ذکر موجود ہے، صحابہ بھی ایک دوسرے سے مزاح فرمایا کرتے تھے؛ بلکہ بعض صحابہ کی ظرافت مشہور تھی؛ اس لئے اگر کوئی ایسی مجلس ہو جس میں تفریح طبع کے طور پر لطائف بیان کئے جائیں اور اس میں چند باتوں کا خیال رکھا جائے: مردوں کے درمیان لطائف بیان کرنے والی کوئی عورت نہ ہو، کسی کی دل آزاری نہ کی جائے، جھوٹ نہ بولا جائے اور ایسی طویل محفل نہ ہو کہ نماز چھوٹ جائے یا سونے میں ایسی تاخیر ہوجائے کہ فجر کی نماز خطرہ میں پڑ جائے تو اس کی گنجائش ہے؛ البتہ اس سے بھی اجتناب بہتر ہے؛ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ ہنسنا دلوں کو مردہ کردیتا ہے (سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الحزن والبکاء، حدیث نمبر: ۴۱۹۳) نیز فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر ایسی مجلس میں شریک ہو تو اس کا خاتمہ اللہ کے ذکر اور استغفار پر ہونا چاہئے۔ **والثالث أن يتكلموا اللمؤانسة و يجتنبوا الكذب و قول الباطل فلا بأس به و الكف عنه افضل و إذا فعلوا ذلك ينبغي أن يكون رجوعهم على ذكر الله عز و جل و التسبح و الاستغفار، حتى يكون ختمه بالخير** (فتاویٰ ہندیہ: ۵/۵۷۷)

اور جو عمل جائز ہو، اس کی اجرت لینا بھی جائز ہے؛ اسی لئے فقہاء نے شاعر کو دیئے جانے والے ہدیہ کو جائز قرار دیا ہے، اگر یہ

بطور ہدیہ ہو، زبان بندی کے لئے بطور رشوت نہ دیا گیا ہو: (**قوله: وشاعر لشعر) لأنه إنما يدفع له عادة قطعا للسانه كما مر، فلو كان ممن يؤمن شره، فالظاهر أن يدفع له حلال** (ردالمحتار: ۶/ ۴۲۴)

تکیہ پر بیٹھنا

سوال: لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ تکیہ پر نہیں بیٹھنا چاہئے، عام طور پر گھر کے بزرگ حضرات بھی اس سے منع کرتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟ (محمد عمران، بنڈلہ گوڑہ)

جواب: شرعاً تکیہ پر بیٹھنے کی ممانعت نہیں ہے، حدیث میں کئی مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا تکیہ پر بیٹھنا منقول ہے، ایک بار یہودیوں کی دعوت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں گئے، اور ان کا تعلیمی ادارہ جو ''بیت المدرس'' سے موسوم تھا، پر توقف فرمایا، ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تکیہ رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی تکیہ پر تشریف فرما ہوئے: **فوضعوا الرسول الله صلى الله عليه وسلم وسادة فجلس عليها** (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۴۴۴۹)، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس دو صاحب آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے تکیہ رکھا، ایک تکیہ پر بیٹھ گئے، اور دوسرے زمین پر بیٹھ گئے، تو آپ نے انہیں باصرار تکیہ پر بٹھایا، (بیہقی عن شعب الایمان عن ابی جعفر، حدیث نمبر: ۵۸۵۴) اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو تکیہ پر بٹھایا (کنز العمال عن عطاء، حدیث نمبر: ۳۶۹۵۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی مروی ہے کہ ایک ولیمہ میں شریک ہوئے تو تکیہ پر نشست فرمائی، علامہ کاسانیؒ نے اس کا ذکر فرمایا ہے (بدائع الصنائع: ۵/ ۱۳۱) دوسرے فقہاء نے بھی مصور تکیہ کا حکم بیان کرتے ہوئے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے (المبسوط للسرخسی: ۱/ ۱۱۱) اس لئے شرعاً تکیہ پر بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔

لیکن بعض امور کا تعلق تہذیب و مروت سے ہوتا ہے، ہندوستان میں عام طور پر جو تکیہ سر کے نیچے رکھا جاتا ہے، اس پر بیٹھنے کو تہذیب و ادب کے خلاف سمجھا جاتا ہے، اور لوگوں کو اس سے ناگواری ہوتی ہے، اور اگر کوئی عمل شرعاً ضروری نہیں ہو اور لوگوں کے لئے ناگواری کا باعث بنتا ہو تو اس سے بچنا بہتر ہے؛ اس لئے جہاں اس کو برا سمجھا جاتا ہو، وہاں بلا ضرورت تکیہ پر بیٹھنے سے بچنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

☆ ☆ ☆